تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد ۰۲ شمارہ ۰۵، ۲۰۲۳

Article

A Critical Analysis of Iqbal's Prose Style

اقبال کے نثری اسلوب کا تنقیدی جائزہ

Shakeel Amjad Sadiq
Assistant Professor Department of Urdu, Government College Okara
*Correspondence: shakeelamjadsadiq@gmail.com

[1] **شکیل امجد صادق**

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج اوکاڑا

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/avgcch08
Received:03-12-2023
Accepted:21-12-2023
Online:28-12-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: The significant feature of Iqbal's literary cult is that he presents even serious and intellectual content interestingly and colorfully. Like poetry, his prose too at times is equipped with the semblance of characterization. Especially while explaining certain academic doctrines, his visualization paints such pictures as lively and self-realistic. Here Iqbal's writing is blended with a special approach focusing solidly on philosophical issues. Scholarly terminologies and unique vocabulary of Arabic and Persian are also found in his theories of Self-realization and the like, but the clear depiction is evident everywhere. Maximum presentation with limited use of words is a common feature of Iqbal's writing as the same becomes all more important in letters. In such instances, there is no room for extended writing, and because the writer has belief in the academic pursuits of the bearer, he can adopt a path of eloquence with ease. In such writings, ordinary readers can easily understand Iqbal's point of view. Without exaggeration, it can be stated that such writings are more comprehensive in understanding Iqbal's thought than the philosophical intricacies prevalent in the writings of Iqbal's admirers. In light of these, certain complexities of Iqbal's thought can easily be understood.

KEYWORDS: Iqbal, Prose, Style, Ilmul Iqtsad, Makalat-e-Iqbal, Makateeb-e-Iqbal, Nawadir-e-Iqbal

جب ہم علامہ اقبال کے نثری ادب کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں تو ایک تحقیق کے مطابق علامہ اقبالؒ نے ۱۹۰۲ء میں نثر لکھنے کا آغاز کیا۔ ان کی نثر باقاعدہ طور پر رسالہ "مخزن" میں چھپ رہی تھی۔ ان کی نثر کے متعلق چند تصانیف کی تعداد کچھ یوں ہے۔(۱)"علم الاقتصاد"،(۲)"مقالاتِ اقبال"،(۳)"اقبال نامہ"(حصہ اول)،(۴)"اقبال نامہ"(حصہ دوم)، (۵)"مکتوباتِ اقبال"(بنام سید نذیر نیازی)،(۶)مکاتیب اقبال(بنام عبدالقادر گرامی)،(۷)"انوارِ اقبال"(۸)"مکاتیبِ اقبال"(بنام خان نیاز الدین خان)،(۹)"گفتارِ اقبال"(۱۰)"نوادرِ اقبال"(اقبال کے پچاس خطوط کا مجموعہ)،(۱۱)"خطوطِ اقبال"(۱۲)"شادِ اقبال"علامہ اقبالؒ ایک عظیم شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہمہ جہت نثر نگار بھی ہیں۔ جہاں انھوں نے اپنی شاعری میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کی ترجمانی کی ہے اور انسان کو خودی اور بلندی سے ہمکنار کرنے کا ایک مکمل لائحہ عمل پیش کیا ہے،وہاں انھوں نے اپنی نثر کے ذریعے انسانوں کو اپنے خیالات اور وجدان سے روشناس کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

> "ادبی نثر میں انفرادیت کا اظہار کچھ زیادہ ہی شدت کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ ادبی نثر تخلیق کرنے والے اس کے ذریعے اپنے ایسے تجربات پیش کرتے ہیں جس کی نوعیت تخلیقی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو شاعری اور نثر میں اساسی طور پر کوئی امتیاز نہیں ہے۔"(۱)

یہاں اقبال نے اپنی شاعری میں بے شمار موضوعات کو حرفِ ناموس کا لبادہ پہنایا ہے،وہاں انھوں نے اپنی نثر میں حکمت، دانائی، سوچ، فکر، فلسفہ، جذبات اور علم و دانش جیسے موضوعات کو بڑی فراخ دلی سے سمویا ہے۔ اقبال کی نثر اپنی ایک مخصوص ہیئت، فارم اور تکنیک رکھتی ہے۔ اقبال کی نثر اپنے اسلوب کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہے بل کہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ خیال ہی اقبال کی نثر کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ ایک تجزیے کے مطابق خیال جب تجربات کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے تو لکھنے والے کے لیے اس تجربے کا اظہار اور ابلاغ آسان ہو جاتا ہے۔ جب اظہار اور ابلاغ آسانی اختیار کر جاتا ہے تو اسلوب کی حتمی شکل وجود میں آجاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

> "بعض لوگ اسلوب کو صرف آرائش وزیبائش کا عمل سمجھتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ اسلوب تو انسان کی پوری شخصیت کا عکس ہے وہ جو کچھ سوچتا اور دیکھتا ہے اسی کو پیش کرتا ہے اور اس طرح دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ لیکن صرف دیکھنے اور سوچنے ہی سے تشکیل اسلوب نہیں ہوتی۔ اسلوب تو اس وقت تشکیل پاتا ہے جب دیکھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے والا اس چیز کی گہرائی و گیرائی تک پہنچ جائے، اس میں مدغم ہو جائے اور اس کو اپنی شخصیت کا حصہ بنالے۔"(۲)

ایک تحقیق کے مطابق علامہ اقبال نے بائیس سال کی عمر میں شاعری اور نثر نگاری دونوں کام بیک وقت شروع کر دیے تھے اور چند ہی سالوں اقبال نے ان دونوں اصناف میں اپنا مقام و مرتبہ بلند کر لیا تھا۔ اقبال کم و بیش چالیس سال تک یہ دونوں تخلیقی کام کرتے رہے۔ انھوں نے نہ صرف شاعری میں بل کہ نثر میں بھی بہت سا سرمایہ جمع کر لیا تھا۔ اقبالؒ نے اپنی فکر و فن سے پوری کائنات کے ادبی

ماحول کو ہلا کر رکھ دیا اور اس عہد پر وسیع اور ہمہ گیر اثرات چھوڑے۔ اقبال کی شاعری اور نثر سے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں جو تبدیلی آئی اس کا اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے۔ اقبال نے ملتِ اسلامیہ، ہند کی سیاست، معاشرت، شعر و ادب، تہذیب و ثقافت اور فلسفہ و فکر کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ سر سید اور ان کے رفقا کے بعد اقبال اس عہد کے نشاۃِ ثانیہ کے سب سے بڑے علمبر دار تھے۔

اقبالؒ کی اولین کتاب نہ تو شاعری کا احاطہ کرتی ہے، نہ فلسفہ کی پیچیدگیوں کو بیان کرتی ہے بل کہ ان کی پہلی کتاب اقتصادیات کے موضوع پر ہے جو ۱۹۰۳ء میں "علم الاقتصاد" کے نام سے کتابی صورت میں لاہور سے اشاعت پذیر ہوئی۔ ۲۱۷ صفحات کی مذکورہ کتاب میں معاشیات جیسے عمیق اور ضروری مسائل کو جلی قلم سے اور بہت کار گر انداز میں سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ یہ اُردو زبان میں اپنی قسم کی بہترین اور اولین کتاب ہے جس کو بجا طور پر بیسویں صدی کی علمی نثر کا بہترین نثری فن پارہ کہا جا سکتا ہے۔ اس زمانے میں اس طرح کے دقیق علمی موضوعات کو اردو قالب میں پیش کرنے کا باقاعدہ کوئی رواج نہیں تھا۔ اقبالؒ نے اپنی اس پہلوٹھی کتاب میں اقتصادیات کے پیچیدہ موضوعات کو بڑی روانی کے ساتھ پیش کیا۔ اس نوعیت کے علمی موضوعات کو سہل، سادہ، رواں اور عام فہم زبان میں پیش کر دینا اقبالؒ کی قابلیت کا بین ثبوت ہے۔

علامہ اقبالؒ کی نثری تصنیفات کا ایک اہم اور قابلِ ذکر موضوع قومی و ملّی زندگی ہے۔ مذکورہ موضوع پر انھوں نے علیحدہ کتابی شکل میں تو کچھ بھی رقم نہیں کیا لیکن جو کچھ انھوں نے اپنی شاعری میں لکھا، اس کے تفہیمی مضامین نثری شکل میں موجود ہیں۔ ان کا اوّلین مضمون بہ عنوان "بچوں کی تعلیم و تربیت" ہے جو ۱۹۰۲ء میں "مخزن" میں شائع ہوا۔ یہ ایک عظیم شاعر کی ادبی زندگی کا آغاز تھا، بعد ازاں یہ سلسلہ چلتا رہا، پھر ۱۹۰۴ء میں "مخزن" میں قومی زندگی پر ایک مفصل مضمون بہ عنوان "قومی زندگی" اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے بعد اپنی حیاتِ فانی کے مختلف ادوار میں انھوں نے خلافتِ اسلامیہ، ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر جیسے اہم قومی و ملی موضوعات پر خامہ فرسائی کی۔ ان مضامین کے علاوہ دیباچہ مثنوی "اسرارِ خودی" اور دیباچہ "پیامِ مشرق" میں بھی انھوں نے قومی و ملی مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ مذکورہ تحریروں میں ہر نثری تحریر بہ حیثیت موضوع و اسلوب خاص اہمیت کی حامل ہے۔

اقبال کے طرزِ تحریر کی اہم خاصیت یہ ہے کہ وہ سنجیدہ سے سنجیدہ علمی و ادبی موضوعات و مسائل کو بھی خاصا دلچسپ، پُر لطف اور دلکش بنا کر پیش کرتے ہیں۔ شاعری کی طرح ان کی نثر میں بھی بعض جگہ ان کی مرقع نگاری و تمثیل نگاری کے نمونے ملتے ہیں۔ خصوصاً جب وہ کسی علمی نکتے کی وضاحت کے سلسلے میں کسی واقعہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا تخیل کچھ ایسے عکس پیش کرتا ہے جو جان دار اور باتیں کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں مشاہدے کی شدت، جذبات کی ہیجان انگیزی اور تخیل کی بلند پروازی جیسی سب صفات مل کر واردات و کیفیات کی ایسی تصاویر کو بے نقاب کرتی ہیں جو منھ سے بولتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

علامہ اقبالؒ کو غمِ حیات و غمِ روزگار اور گوناگوں مصروفیات نے اس کام کی مہلت نہ دی کہ وہ اُردو نثر کو بھی اپنی لازوال و لافانی نظموں کی طرح بیش قیمت سرمایہ عطا کریں لیکن اس سے ان کی ادبی حیثیت کی قد و قامت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ایک ایسا مصنف جس کی

اوّلین تصنیف، شاعری کو چھوڑ کر اُردو نثر میں ہو اور جو اپنی معرکہ الارا نظموں کے ساتھ اُردو میں بیش بہا نثر بھی لکھتا رہا ہو، اس کی نثر نگاری کو نظر انداز کرنا صریحاً ناانصافی ہو گی۔ یہ بات بجا ہے کہ اقبالؒ نے اس زمانے میں جو نثر لکھی وہ تعداد میں کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن اس دور میں انھوں نے جو کچھ بھی لکھا، اس میں اس عہد کے رجحانات کی جھلک واضح دکھائی دیتی ہے۔ نظم نگاری کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی ان کی انفرادیت جھلکتی محسوس ہوتی ہے۔ علامہ کی تمام نثری تصانیف ان کی اسی انفرادیت کی منھ بولتا ثبوت ہیں، جن سے ان کی ادبی قد و قامت اور فنکارانہ شخصیت کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ اقبال کے اسلوب نثر میں یہ صورت سب سے نمایاں نظر آتی ہے کہ انھوں نے جذباتی انداز میں نثر لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ دراصل نثر ایک ایسا اسلوبی رویہ ہے جس میں جذباتی انداز کام نہیں دیتا بل کہ عقل، شعور، فہم و درک کا دامن پکڑ کر آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ اقبال کے ہاں یہ تمام خوبیاں ملتی ہیں۔ اقبال نے جب لکھنا شروع کیا تو اس وقت سرسید کی نثری تحریر کے اثرات اُردو نثر کی روایت پر پوری طرح چھا چکے تھے۔ دراصل سرسید احمد خان نے اُردو نثر کو نئے اسلوب سے آشنا کیا تھا۔ سرسید کا اسلوبِ نثر خشک اور سنگلاخ ضرور تھا لیکن اس اسلوب کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اسلوب مقصدیت اور افادیت پر مبنی تھا۔ اقبال کی نثر کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

> "زبان کو میں ایک بت خیال نہیں کرتا جس کی پوجا کی جائے بل کہ مفاہیم و مطالب کے اظہار کا ایک انسانی ذریعہ خیال کرتا ہوں۔ زندہ زبان تو انسانی تصورات کے انقلاب کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور جب اس میں انقلاب کی صلاحیت نہیں رہتی تو مُردہ ہو جاتی ہے، ہاں ترکیب وضع کرنے میں مذاقِ سلیم کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔ زبانیں اپنی اندرونی قوت سے پرورش پاتی ہیں اور نئے نئے تصورات و جذبات کے ادا کر سکنے پر ان کی بقا منحصر ہے۔"(۳)

اقبال نے اپنی نثر میں زندہ زبان کی ہر لحظہ نشو و نما کے بارے میں انسانی شعور کو مدِ نظر رکھا ہے اور اقبال نے یہ بات ثابت کی کہ وہ اُردو کو ایک زندہ زبان سمجھتے ہیں۔ اقبال زبان میں تبدیلیوں کے بھی قائل ہیں اور وہ اس زبان کو کسی قدیم تہذیبی مرکز کی قابلِ فخر یادگار نہیں سمجھتے اور نہ ہی اسے کسی عجائب گھر کی زینت بنی دیکھنا چاہتے ہیں۔ علمی تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اقبال نے اپنی نثر میں اصطلاحوں، الفاظ و محاورے کے استعمال میں خوبصورتی سے کام لیا ہے اور اس زبان میں نامانوس عربی الفاظ کی آمیزش کی کوشش نہیں کی ہے۔ اقبال کے طرزِ تحریر کی اساسی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے نثر کو حکیمانہ رنگِ اسلوب سے روشناس کرایا ہے۔ ان کی نثر میں دلچسپی کے تمام عناصر موجود ہیں اور یہ عناصر قاری کے اندر تجسس اور دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔ اقبال نے یہ حکیمانہ انداز اتنی خود اعتمادی اور بصیرت کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ یہ اسلوب اقبال کے علاوہ کسی اور نثر نگار کے ہاں نہیں ملتا۔

اقبال اپنے اکثر مضامین میں تخیل اور جذبات کا سہارا لیتے ہیں، اس کی قابلِ ذکر وجہ یہی ہے کہ "مخزن" تحریک سے متاثر تھے۔ "مخزن" اُردو ادب میں رومانوی تحریک کا عہد ساز رسالہ جانا جاتا تھا۔ علامہ اقبال جہاں ٹھوس اور سنگلاخ علمی موضوعات کو سنجیدگی

کے ساتھ پیش کرتے ہیں، وہاں اپنے موضوعات میں دلکشی پیدا کرنا بھی بخوبی جانتے ہیں۔ یہ ان کے اسلوب کی انفرادی خوبی ہے۔ ان کے بارے میں رحیم بخش شاہین لکھتے ہیں:

"اقبال کی نثر میں رومانی اثر نظر آتا ہے کیوں کہ ایک شاعر جب نثر لکھتا ہے تو اس میں تخیل اور جذبات کی آمیزش نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ البتہ اقبال کے خطوط میں بعض دوستوں کے ساتھ بڑی بے تکلفی اور طرز بیان کی شگفتگی نظر آتی ہے۔ مجموعی طور پر اقبال کی نثر پر فلسفہ و حکمت کی چھاپ ہے اسے ہم مدعا نگاری کہہ سکتے ہیں لیکن اقبال کے بیان میں عالمانہ اسلوب بھی ملتا ہے۔"(۴)

جب ہم اقبال کے نثری اسلوب کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں ان کے طرزِ تحریر کی انفرادیت ،ان کے معاشی اور اقتصادی موضوعات میں نظر آتی ہے جیسا کہ اقبالؒ نے اقتصادیات کے موضوع پر "علم الا قتصاد" لکھی۔ حالاں کہ اس وقت ایسے ثقیل اور علمی موضوع کو اُردو میں پیش کرنے کی روایت نہ تھی مگر اقبال نے اس موضوع پر لکھتے ہوئے ایک ایسا اسلوب نثر اختیار کیا جو اس موضوع کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا۔ اس اسلوبِ نثر کے متعلق خود علامہ اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"زبان اور اندازِ عبارت کے متعلق صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہو گا کہ میں اہلِ زبان نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ میں نے (مجھ سے) ممکن ہونے والے اقتصادی ضوابط کے اصلی مفہوم کو واضح کرنے کی سعی کی ہے جو انگریزی علمی کتابوں میں عام ہے۔ نئی ملی اصطلاحات وضع کرنے کی دِقت سے ہر بااخلاق آدمی بہ خوبی واقف ہے۔ بعض اصطلاحات تو میں نے خود وضع کی ہیں اور بعض مصر کے عربی اخباروں سے لی گئی ہیں جو زمانہِ حال کی عربی زبان میں آج کل مروّج ہیں۔ جہاں جہاں کسی اردو لفظ کو اپنی طرف سے کوئی نیا مفہوم پہنایا ہے، ساتھ ہی اس کی صراحت بھی کر دی ہے۔"(۵)

علامہ اقبال کا بڑا پن ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو اہلِ زبان نہیں سمجھتے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ زبان و بیان کی باریکیوں اور نزاکتوں سے کماحقہٗ واقف تھے۔ علامہ یہ بھی جانتے تھے کہ موضوع کی مناسبت سے کس طرح کا اسلوب اختیار کرنا چاہیے۔ دراصل اقبال انگریزی ،عربی اور فارسی زبانوں میں بھی مہارت رکھتے تھے لہٰذا انھوں نے ان زبانوں کے مختلف اسالیب کو بھی مدِ نظر رکھتے ہوئے اُردو میں علمی نثر لکھنے کی بنیاد رکھی۔ اس طرح علامہ اقبال نے نئے اسلوبِ نثر کا تجربہ کیا جو اُردو کی نثری روایات میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ علمی موضوعات پر نثر لکھتے ہوئے وہ ٹھوس علمی اصطلاحات کے علاوہ موقع و محل کی مناسبت سے محاورہ، روزمرہ، تشبیہ اور استعارہ سے بھی کام لیتے تھے۔ اس طرح علمی موضوعات میں ادب کی چاشنی کو بھی محسوس کیا جاسکتا تھا۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

"ہمیں اقبالؒ نے علمی زبان کا ایک ایسا نمونہ دیا ہے جس میں علمی صداقتوں کا چہرہ بہت روشن نظر آتا ہے۔ اس میں زیبائش کہیں ہے بھی تو اس نے حقائق کے رنگ کو پھیکا نہیں کر دیا۔"(٦)

علامہ اقبالؒ کے اندازِ تحریر کی نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ مدلل انداز میں حقائق بیان کرتے ہیں۔ وہ کسی جذباتی موضوع پر بھی لکھ رہے ہوں تو منطق اور دلیل کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ سرسید احمد خان کی تحریک سے بھی متاثر تھے اور سرسید احمد کی تحریک کی نمایاں خوبیوں میں سے منطق اور استدلال بھی نمایاں ہیں۔ اقبال کے تنقیدی اسلوب کی ایک مثال ہم ان کے دیباچہ "پیامِ مشرق" میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ اس دیباچے میں دیگر تحریروں کے برعکس علامہ کا اسلوب سنگلاخ اور نشتر کی کاٹ سے مبرّا ہے۔ حالاں کہ تنقیدی تحریریں عموماً کاٹ دار ہوتی ہیں مگر اقبال نے تنقید میں بھی نہایت سلجھا ہوا انداز اختیار کیا ہے اور تمام اعتراضات کا جواب متوازن، متین، سلجھے اور شائستہ انداز میں دیا ہے۔ آپ ان کا ہر اندازِ تحریر ان کے مضامین اردو زبان پنجاب میں "اسرارِ خودی اور تصوف" اور "اسرارِ خودی" میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علامہ کا اسلوب ان کے موضوعات سے گہری وابستگی رکھتا ہے لیکن "علم الاقتصاد" میں مدلل اور ٹھوس اندازِ بیان کے ساتھ کہیں کہیں تشریحی انداز میں نظر آتا ہے۔ اس کی شاید اساسی وجہ یہ ہو گی کہ "علم الاقتصاد" کے مضامین مختلف موضوعات پر تحریر کیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں وہ موقع و محل کی مناسبت سے اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ اسلوب کی متنوع اور رنگارنگ صورتیں ان کے خطوط میں بھی سامنے آتی ہیں۔ ڈاکٹر غلام حسین مصطفیٰ لکھتے ہیں:

> "اقبال کی اردو نثر مختلف موضوعات پر مشتمل ہے، یہی وجہ ہے کہ اندازِ تحریر کی بھی کئی صورتیں ان کی تحریروں میں جلوہ گر نظر آئیں گی، جن کی بوقلمونی میں وہ عناصر بھی شامل ہوں گے جو ان کے مزاج کا حصہ تھے۔ اسلوب کی یہ رنگارنگی مکاتیب میں اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے کیوں کہ یہاں اسلوب کا لب ولہجہ، مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے درمیان تعلقات کی نوعیت کے علاوہ ان مفاہیم وموضوعات سے بھی متعین ہو گا جو خط کی تحریر کی وجہ بنے۔"(۷)

علامہ اقبالؒ نے مختلف ضروریات کے تحت خط بھی لکھے۔ ان کے یہ خطوط، "قبال نامہ حصہ اول" اور "اقبال نامہ حصہ دوم" دو مجموعوں کی صورت میں چھپ کر سامنے آ چکے ہیں۔ ان خطوط میں جہاں علامہ کی شخصیت کے مختلف اور ہمہ گیر گوشے عیاں ہوتے ہیں وہاں ان کا مختلف اور متنوع اسلوبِ نگارش بھی اُبھرتا ہے۔ انھوں نے اگرچہ یہ خطوط چھپوانے کے نقطہ نظر سے تحریر نہیں کیے تھے اس لیے ان میں بعض خطوط بالکل واجبی ہیں اور بعض خطوط چند جملوں پر مشتمل ہیں اور ان سے اُن کی شخصیت یا ان کے اسلوبِ نگارش پر واضح روشنی نہیں پڑتی تاہم ایسے خطوط کی تعداد اچھی خاصی ہے جن سے نہ صرف علامہ اقبال کی فکر کی وضاحت ہوتی ہے بل کہ ان سے علامہ کے اسلوب کی موضوعی مناسبت بھی کھُل کر سامنے آ جاتی ہے۔ اسی طرح عطیہ فیضی، سرکشن پرشاد، سید سلیمان ندوی، اکبر الہ آبادی اور مولانا گرامی کو لکھے گئے خطوط میں ایک خاصا ادبی اسلوب ابھرتا ہے۔

اقبال کے خطوط میں مصنف نے فنِ شعر کی باریکیوں پر بھی بحث کی ہے۔ ان کے مطابق ان خطوط میں اس کے علاوہ بے تکلفانہ چھیڑ چھاڑ کی باتیں بھی ملتی ہیں اور یہ باتیں زیادہ تر ان خطوط میں ظرافت کا رنگ اختیار کرتی ہیں جو خطوط مولانا غلام قادر گرامی کے نام ہیں۔ غلام حسین ذوالفقار نے اقبال کے کچھ خطوط سے منسوب غلط تاریخوں کی تصحیح کی ہے۔ انھوں نے اقبال کے خطوط کو تین لحاظ سے اہم قرار دیا ہے۔(ا)شعری افکار کی تشریح و وضاحت،(۲)خیالات کا فکری ارتقا،(۳)سوانحی و کرداری شخصیت کا احاطہ۔

اس مقالے میں علامہ کے خطوط کے مجموعوں کا تعارف بھی ہے اور ان کی ترتیب بھی سنین کے اعتبار سے پیش کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ان کے مرتبین کے اسما کی تفصیل بھی ہمراہ ہے۔ اس کے بارے میں اکبر رحمانی کا ایک تبصرہ لائق مطالعہ ہے، ملاحظہ کریں:

> "ان سارے مضامین میں مصنف کا معروضی انداز نمایاں ہے۔ اندازِ بیان نہایت دلکش ہے۔ اقبال کے پیغام کو نہایت دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے اور نہایت سادے انداز میں تشریح کی ہے مگر عالمانہ وقار کو برقرار رکھا ہے۔ علاوہ ازیں اقبال کے ۱۹ خطوں کی غلط تاریخوں کو مختلف شواہد کی روشنی میں درست کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مصنف کے وسیع المطالعہ ہونے اور ان کی ژرف بینی ، محققانہ دیدہ وری اور دلکش اسلوبِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔(۸)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اقبال کو ہم صاحبِ طرز نثر نگار کہہ سکتے ہیں؟ اگرچہ اقبال نے اپنی نثر اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر نہیں لکھی۔ اقبال نے زیادہ تر نثری تحریریں اپنے دوست احباب کی فرمائشوں پر لکھیں یا فوری اظہار کے طور پر لکھیں۔ اگرچہ اقبال کا نثری سرمایہ شاعری کے مقابلے میں کم ہے لیکن اسے ہم شاعری سے کم تر قرار نہیں دے سکتے۔ باوجود ان تمام کے اقبال نے نثر کسی خاص ضابطے اور قلبی بگاڑ سے نہیں لکھی۔ ان کا جتنا بھی نثری سرمایہ ہے وہ مواد اور طرزِ بیان اُردو کی نثری تاریخ میں نمایاں مقام کا حامل ہے۔ ان تحریروں میں اُن کا اپنا ایک اسلوب ہے جو ان کی شخصیت اور مزاج کا پرتو ہے۔ انھوں نے کلیتاً کسی کی پیروی نہیں کی البتہ اپنے دور کے رجحانات اور اسلوب کو اپنے مزاج میں شامل کر کے ایک خاص انداز کی طرح ڈالی اور یہی خاص انداز اُن کی تحریروں میں رچا بسا ہے۔ لہٰذا ہم اقبال کو صاحب طرز نثر نگار کہہ سکتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر سید عبد اللہ:

> "اقبال کا تخلیقی اور فکری جوہر ان کی نثر اور شاعری میں ہم رنگ نہ سہی، ہم مزاج ضرور ہے۔ ان کی نثر ان نمونوں کے سامنے آجانے سے ہمیں ان کی شاعری میں اور بھی تیقن اور یقین ہو گیا ہے کہ شاعر علامہ اقبال ایک منفرد نثر نگار بھی ہے۔"(۹)

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے نزدیک علامہ ایک صاحب طرز نثر نگار ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> "اقبال ایک صاحبِ اسلوب نثر نگار ہیں اور طرزِ بیان کا بنیادی وصف حکیمانہ ہے، جسے اتنی خود

اعتمادی اور بصیر کے ساتھ اُردو میں کسی نے نہیں برتا تھا۔ اگرچہ یہ بات اقبال نے سید سلیمان ندوی کی نثر کے بارے میں کہی تھی کہ آپ کی نثر معنی سے لبریز ہونے کے علاوہ ادبی خوبیوں سے بھرپور ہوتی ہے لیکن یہ بات خود ان کی اُردو نثر اور اسلوبِ نگارش پر زیادہ صادق آتی ہے۔"(۱۰)

میرے خیال کے مطابق علامہ کا اپنا ایک انفرادی طرز ہے جس میں وہ اپنے قلب و ذہن کی الجھنوں و خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اپنی نثری تحریروں کو تشبیہات، استعارات، روزمرہ، محاورہ اور ضرب الامثال سے بوجھل نہیں بناتے۔ چنانچہ ہم اقبال کی تحریروں کو ثقیل اور پر شکوہ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں البتہ موقع و محل کی مناسبت سے صنائع بدائع لفظی و معنوی کا التزام کرکے وہ اپنے اسلوب کو دلکش ضرور بناتے ہیں۔ بحیثیت علامہ کی نثری تحریریں (علم الاقتصاد، تاریخ، تصوف، مضامین اردو، خطوط، مضامین، دیباچے اور تقاریظ) اردو ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ بسا اوقات علامہ کی شاعری ان کی نثر سے زیادہ دقیع نظر آتی ہے۔ بہت سے اہم اور دقیق مباحث جو شعر کی محدود دنیا میں بیان نہیں کیے جاسکتے، وہ علامہ نے نثر میں بیان کیے ہیں۔ ان کا مفہوم نثر میں واضح ہو گیا ہے۔ بہر حال ہمارے خیال میں علامہ کی تمام نثری تحریریں کسی نہ کسی زاویے سے ان کی شخصیت، فن، فکر اور خیال و نظریات پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اقبال کے بعض نثر پاروں کی ادبی دنیا میں کچھ زیادہ اہمیت نہ ہو لیکن میں اس کی اہمیت کا بھرپور حامل ہوں اس لیے کہ وہ اقبال کے قلم سے نکلی ہیں اور میرے لیے وجد ان کا درجہ رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:

"سنجیدگی سے ملی ہوئی شگفتگی اور شادابی علامہ اقبالؒ کے اسلوب نثر کی نمایاں ترین خصوصیت ہے۔ علمی اور فلسفیانہ موضوعات تک کی ترجمانی میں ان کے ہاں ان کے اثرات ملتے ہیں۔ حالاں کہ ایسے موضوعات پر لکھتے ہوئے شگفتگی اور شادابی کو پیدا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اقبال نے اپنی نثر میں یہ سنگم بنایا اور اس طرح علمی نثر لکھنے کا نیا تجربہ کیا۔ اس کی ایک وجہ تو ان کی شخصیت کی شادابی اور شاعرانہ مزاجی ہے اور دوسرے اس ماحول کا اثر ہے جو اس زمانے کی نثر نگاری میں "مخزن" کی تحریک کے زیر اثر قائم ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس ماحول کی محرک رومانیت کی تحریک تھی جس کو افادی رجحان کے ردِعمل نے پیدا کیا تھا اور "مخزن" جس کا سب سے بڑا علم بردار تھا۔"(۱۱)

یہ کہنا بے محل نہ ہو گا کہ علامہ اقبال کے اسلوبِ نثر میں کئی تحریکوں اور کئی رجحانات و میلانات کا عکس ہے۔ دوسری بات یہ کہ علامہ کی تحریروں میں مغرب کی فلسفیانہ اور مفکرانہ چھاپ بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں علامہ کی نثر میں مشرق کا فلسفہ اور دین کی فکر بھی نظر آتی ہے کیوں کہ علامہ نے مغرب کے فلسفیوں کا وسیع اور گہرا مطالعہ کر رکھا تھا اور مشرق میں سرسید اور ان کے رفقا حالی، شبلی اور نذیر احمد کا اثر بھی قبول کیا تھا۔

اقبال نے اپنی نثر کے لیے جو موضوعات منتخب کیے ہیں وہ مشرق و مغرب کے مفکرین سر سید احمد خان اور ان کے رفقا کے موضوعات و مضامین سے ہیں۔ جیسے معاشیات و اقتصادیات، فلسفہ و تصوف، تعلیم و تربیت، معاشرت، تہذیب و تمدن، ثقافت و ادب اور شاعری، یہ وہ تمام موضوعات ہیں جن پر علامہ اقبال سے پہلے بھی لکھتے رہے تھے اور اقبال نے بھی اپنے زمانے سے یہی اثر قبول کیا اور اپنے زمانے کے تمام مسائل اور معاملات کی طرف توجہ کی جس کا نتیجہ اُن کے اردو نثر اور اقبال کے اسلوبِ نثر کی صورت میں ہمارے سامنے آیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی یوں رقمطراز ہیں:

> "اقبال اپنے عہد کی پیداوار ہیں لیکن انھوں نے اپنے عہد کو پیدا بھی کیا۔ مطلب یہ کہ انھوں نے اپنے زمانے کی تحریکوں سے اثرات قبول کر کے اپنے فکر و خیال اور اندازِ اسلوب سے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے جن میں ایک اجتہادی شان اور ایک نئی آن بان تھی۔ فلسفے میں انھوں نے اپنا ایک خاص مقام بنایا اور قومی و ملّی مسائل کو سلجھانے میں بھی وہ پیش پیش رہے۔ کارزارِ حیات میں انھوں نے خودی اور خود اعتمادی کے خیالات کو عام کیا اور افراد کے ہاتھوں میں عمل اور ذوقِ یقین کے پرچم دے دیے۔ یہ کام انھوں نے بیشتر اپنی شاعری کے ذریعے انجام دیا لیکن جب ضرورت پیش آئی تو ان موضوعات کی فلسفیانہ تحلیل کے لیے انھوں نے نثر کو بھی استعمال کیا اور یہ نثر ان کے یہاں ایک تخلیقی عمل کی صورت اختیار کر کے ایک فن بل کہ فنِ لطیف بن گئی۔"(۱۲)

اقبال کے اسلوبِ نثر کی اہمیت اور کلیدی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے اسلوب میں اعتدال اور توازن ہے۔ اس کے اسلوب کی یہ خصوصیات پڑھنے والے پر سکون اور اثر چھوڑتی ہے۔ اقبال کے طرزِ تحریر کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ان کے اُسلوب میں شور کی کیفیت نہیں پائی جاتی بل کہ پڑھنے والے میں ذہنی، جذباتی اور جمالیاتی تہذیب پیدا ہوتی ہے۔ اقبال نے اپنے عہد کے دیگر رجحانات کے ساتھ رومانوی تحریک کے اثرات کو بھی اس طرح اپنی نثر میں شامل کیا ہے کہ ان کے اسلوب سے ایسا سنگم پیدا ہوا ہے جس کی کیفیت بہت متوازن ہوگئی ہے۔ توازن بھی دراصل نثر کا حُسن ہے جو قاری کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

> "اپنے عہد کے ان دونوں رجحانات کو یکجا کر کے علامہ اقبال نے اردو میں اسلوبِ نثر کا ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ یہ کام آسان نہیں ہوتا کیوں کہ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ لکھنے والے اپنے زمانے کی زندگی کے دھارے کے ساتھ بہتے ہیں اور وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں جو ان کے عہد پر غالب ہوتا ہے لیکن علامہ اقبال زمانے کے دھارے کے ساتھ بہ جانے والے نہیں تھے کیوں کہ ان کے پاس زندگی، تاریخ، تہذیب، معاشرے اور حسن و جمال کا شعور تھا۔ وہ حالات کا جائزہ لے کر صحیح راستہ بنانے اور اس پر گامزن ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے، اسی سبب ان کی شخصیت و فن دونوں میں ایک اجتہادی شان نظر آتی ہے۔"(۱۳)

مجموعی طور پر علامہ اقبال کی نثری تحریریں اردو ادب میں ایک اہم اور نمایاں مقام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کہنا بھی غلط نہ ہو گا کہ بسا اوقات اُن کی شاعری سے ان کی نثر زیادہ وقیع نظر آتی ہے۔ اس کی شاید کلیدی وجہ یہ ہے کہ بہت سے اہم معاملات اور مباحث جو شعر کی محدود دنیا میں بیان نہیں کیے جاسکتے وہ علامہ نے نثر میں بیان کرنے زیادہ مناسب سمجھے ہوں گے یا ان کا صحیح مفہوم نثر ہی کے ذریعے سے متعین ہو سکتا ہو گا۔ بقول سید افتخار حسین شاہ:

"علامہ کے کلام کی تفہیم کے لیے ان کی نثر کا مطالعہ ناگزیر ہے کیوں کہ بہت سے الجھے ہوئے مسائل جو اشعار میں وضاحت طلب تھے، نثر میں نہایت واضح الفاظ میں پیش کر دیے گئے ہیں۔"(۱۴)

تاہم ڈاکٹر عبد الحق لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال کی نثر میں تقابل ممکن نہیں، شاعر کی حیثیت سے ان کا مرتبہ مسلم ہے، تاہم ان کی اردو نثر بھی کئی اعتبارات سے اہم ہے۔ ایک تو اس سبب کہ ان کی شاعری کی وضاحت ان کی نثر کے ذریعے ممکن ہے اور شعر کی تعبیر و تشریح میں جذباتی لہجے کی وجہ سے انسان اپنے مطالب بھی کلامِ اقبال میں دیکھنے لگتا ہے لیکن نثر میں ان کی گنجائش نہیں، دوسرے وہ صاحبِ طرز نثر نگار بھی تھے اس لیے اُن کی نثر نگاری کو یقیناً پوری توجہ کی ضرورت ہے۔"(۱۵)

ڈاکٹر وحید قریشی، علامہ اقبال کے نثری سرمائے میں مضامین اور دیباچوں کو زیادہ اہم قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اقبال کی نثر نفسِ مضمون کے اعتبار سے اور فلسفیانہ نکات کے اعتبار سے زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک اقبال نے اردو نثر میں فلسفیانہ مسائل کو بیان کرنے کا ایک مخصوص نظریہ عطا کیا ہے۔ اقبال کے اس اسلوب سے اردو نثر میں فلسفیانہ باریکیوں اور منہ شگافیوں کو بیان کرکے پوری پوری صلاحیت اور توانائی پیدا ہو گئی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر عبد الحق، علامہ اقبال کی نثر و نظم کا یوں موازنہ کرتے ہیں:

"میں نے ذاتی طور پر محسوس کیا ہے کہ اقبال کو شاعر فطرت نے بنایا تھا لیکن نثر انھوں نے اپنی سعی مسلسل سے لکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ نثری انداز میں اظہارِ خیال کرتے ہیں تو اس میں کاوش اور آورد کا دخل زیادہ نظر آتا ہے جب کہ ان کی شاعری پُر شکوہ اسلوب میں ہونے کے باوجود زیادہ دلکش اور زیادہ فطری چیز معلوم ہوتی ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ اقبال اگر شاعر نہ ہوتے تو وہ اپنی موجودہ نثر کی وجہ سے زندہ ادیب نہ ہوتے یعنی ان کی نثر کی اہمیت بھی زیادہ تر ان کی شاعری کی وجہ سے ہے۔"(۱۶)

ڈاکٹر تحسین فراقی کے نزدیک علامہ کے خطوط کی اہمیت اُن کے باقی نثر پاروں کی نسبت زیادہ ہے۔ انھوں نے مذکورہ انٹرویو میں بتایا:

"میرے خیال میں ان کی تمام نثر میں خطوط کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اگر چہ ان کے بیشتر خطوط مختصر ہیں تاہم اتنی بڑی تعداد میں موجود ہیں کہ ان کی مدد سے اقبال کا ذہنی پس منظر سمجھنے میں بہت حد تک آسانی ہو جاتی ہے۔ اردو میں ان کی دوسری نثری تحریریں ان کی شخصیت پر اتنی زیادہ روشنی نہیں ڈالتیں جتنے کہ خطوط۔"(۱۷)

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے خیالات اپنی جگہ الگ اہمیت کے حامل ہوں گے مگر علامہ اقبال نے عملی نثر میں اظہار و ابلاغ کا جو معیار قائم کیا ہے، اس اظہار و ابلاغ نے ان کے اسلوبِ نثر میں وہ خصوصیت پیدا کر دی ہے جس سے اقبال کی نثر کا اسلوب نثری خامیوں سے مبرا ہے۔ ان کے خیالات ان کی نثر میں واضح نظر آتے ہیں۔ ان کے اسلوبِ نثر میں نہ ہی پیچیدگی اور نہ ہی کوئی ابہام کی صورت ملتی ہے۔ بعض نثر پاروں کی ادبی دنیا میں خواہ زیادہ اہمیت نہ ہو، وہ چوں کہ اقبال کے قلم سے نکلے ہیں اس لیے وہ ہمارے نزدیک ایک ادبی اور نثری درجہ رکھتے ہیں۔ اقبال کی ادبی نثر کی اپنی ایک افادیت اور اہمیت ہے جسے عہدِ حاضر کے ساتھ ساتھ آنے والے دور میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان بنیادی وجوہات کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی یوں رقم طراز ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ ان کی شخصیت اور ان کے فن دونوں میں ایک اجتہادی شان نظر آتی ہے۔ یہی اجتہادی شان ان کے اسلوبِ نثر میں بھی نمایاں ہے۔ ان کے دور میں رومانیت کی تحریک کا ارتقا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ سنجیدہ نثر میں سب سے زیادہ اس تحریک کے اثرات مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ ان کی آواز اس زمانے کی ادبی فضا میں اس طرح گونجتی ہوئی نظر آتی ہے کہ اس کی گونج دور دُور تک سنی جا سکتی ہے۔ تخیل کی جادوگری اور اس کے اثر سے الفاظ کی مرصع کاری کا کمال اگر دیکھنا مقصود ہو تو وہ ابوالکلام کی نثر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ رنگینی و رعنائی، وہ بلندی و بلند آہنگی، وہ جگمگاہٹ و تابندگی جو ہمیں ابوالکلام کے نثر میں نظر آتی ہے، وہ اردو نثر نگاروں کے ہاں کہیں اور نظر نہیں آتی۔ اسی وجہ سے بیسویں صدی کے ابتدائی تیس چالیس سالوں میں ابوالکلام آزاد اردو نثر پر چھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس زمانے کی صحافتی اور ادبی نثر پر ان کے اسلوبِ نثر کی گہری چھاپ ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ شاید ہی کوئی اس اسلوبِ نثر کے اثر سے بچا ہو۔ علامہ اقبال نے اس رومانیت اور رومانی انداز کو اپنی حدود میں رکھا اور فکر و شعور سے کام لے کر اس میں اعتدال پیدا کیا، پھر ایک ایسے اسلوبِ نثر کی داغ بیل ڈالی جس میں رومانیت کا ہیجان سکون سے ہم کنار ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔"(۱۸)

اقبال ایک وسیع المطالعہ شخص تھے، اس بات کی شہادت سید سلیمان ندوی کے نام خطوط سے ملتی ہے۔ ان کے نام خطوط میں اقبال تلاشِ تحقیق میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اقبال کے نثری اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ یوں رقم طراز ہیں:

"میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اقبال اگر شاعری کی جانب متوجہ نہ ہوتے اور نثر ہی لکھتے تو بھی وہ اردو نثر میں مرزا غالب کی مثل ایک مخصوص دبستان چھوڑ جاتے۔ وہ اپنی خاص شگفتہ تحریر کے زیادہ سے زیادہ نمونے ہمیں دان کر جاتے اور ایسا ایک ادبی اسلوب ایجاد کرتے جس میں قابلِ قدر قوتِ فکر یہ کے ہمراہ ایک قومی قوتِ متخیلہ دست بہ دست چل رہی ہوتی، جس میں واقعاتی حس اور تحریکی حس کا ملاپ ہوتا اور جس میں شاعری نثر سے بغل گیر ہوتی نظر آتی۔"(۱۹)

تفکراتِ زمانہ اور بے پناہ مصروفیتوں نے علامہ اقبالؒ کو مہلت ہی نہ دی کہ وہ اُردو نثر کو اپنی لافانی نظموں کی طرح ایک بیش بہا سرمایہ عطا کرتے لیکن یہ کہنا بھی بے جانہ ہو گا کہ اقبال کی تحریر کردہ نثر بھی اُردو نثر میں ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔ جس ادیب کی پہلی تصنیف لافانی نظموں کو چھوڑ کر معرکہ آرا شاعری سے پہلے نثر میں ہو، اس شاعر کی نثر سے بے اعتنائی برتنا، اس ادیب کے ساتھ سراسر زیادتی اور ناانصافی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے نثر کو نیا انداز اور اظہار کا والہانہ پن عطا کیا۔ اقبال کی شاعری جہاں زمان و مکان کی حدود سے ماوراہے، وہاں اقبال کی نثر پر بھی کسی زمانے کی قدغن نہیں ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اقبال نے اس عہد میں جو نثر لکھی وہ مقدار میں کچھ زیادہ نہیں لیکن جو کچھ بھی انھوں نے رقم کیا، اسی میں مذکورہ دور کے تمام رجحانات کا عکس واضح دکھائی دیتا ہے۔ یہاں اگر اقبال کی شاعری میں انفرادیت کا احساس جنم لیتا ہے تو وہاں اقبال کی نثر میں بھی انفرادیت کا بھرپور احساس موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر "اقبال کی اُردو نثر"، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۳ء، ص ۱۱

۲۔ ایضاً، ص ۱۶۔۱۷

۳۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، "اقبال ایک مطالعہ، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۹

۴۔ عبدالواحد معینی، سید، "مقالاتِ اقبال"، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۱

۵۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، "علم الاقتصاد" طبع دوم، سنگِ میل، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۳

۶۔ عبدالواحد معینی، سید: "مقالاتِ اقبال" ص ۳۷

۷۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر: "اقبال ایک مطالعہ" ص ۲۰۳۔۲۰۴

۸۔ اکبر رحمانی: "آموزگارِ اقبال"، جل گاؤں بھارت، ۱۹۹۵ء، ص ۲۸

۹۔ افضل حق افضل قریشی (مرتب): "اقبال کا فکر و فن" (از ڈاکٹر تاثیر) منیب پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۷

۱۰۔ غلام مصطفیٰ تبسم، صوفی (مترجم): "نقشِ اقبال" اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۱۸۴

۱۱۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر: "اقبال کی اُردو نثر" ص ۱۹

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۱۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۱۸

۱۴۔ افتخار حسین شاہ، سید: "اقبال اور پیروی شبلی"، اعتقاد پبلشنگ، نئی دہلی، ۱۹۷۸ء، ص ۱۴۵

۱۵۔ عبد الحق، ڈاکٹر: "اقبال کی شعری و فکری جہات" ادارہ فروغ اُردو، دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۴۵

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، "جہات اقبال، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۶۳

۱۸۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "اقبال کی اُردو نثر" ص ۲۵

۱۹۔ عبد الواحد معینی، سید، "مقالاتِ اقبال، ص ۱۹

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk